اُسلوبیاتی تنقید

اُردو کا تخلیقی ادب وصف و مقدار اور کیفیت و کمیت کے لحاظ سے یقیناً اس منزل تک آ پہنچا ہے جہاں تنقید اور اس کے مختلف موضوعات و مسائل پر بیش از بیش توجہ صرف کرنے کی ضرورت ہے۔ موجودہ دور میں بعض مفکروں کی یہ کوشش رہی ہے کہ کوئی اس طرح کا تنقیدی اسلوب ہو جو ہر زمانے کے ادب کو اور ہر نوعیت کے ادیب کو پرکھنے اور اس سے لطف اندوز ہونے اور اس کے ادبی قدروں کا تعین کرنے میں معاون و مددگار بن سکے، جو ہر طرح سے مکمل جامع اور ہمہ گیر ہو جو کسی نوعیت کے ادیب یا ادب کی نہ بے جا طرفداری کرے اور نہ اس کے ساتھ بے انصافی برتے۔ انھیں باتوں کو مدنظر رکھ کر ماہرین لسانیات نے یہ محسوس کیا کہ فن پارے کے صحیح تجزیے کے لیے اس کی زبان کا مطالعہ بے حد ضروری ہے کیونکہ زبان و ادب ایک جان دو قالب ہیں۔ 'زبان' 'ادب' کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ کوئی بھی ادب اس وقت تک معرض وجود میں نہیں آ سکتا جب تک زبان کا سہارا نہ لیا جائے۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ ادب میں زبان انتقال خیال یا فکری ترسیل Transference of Thought کے نظام کا نام ہے۔ پھر سوال یہ اٹھتا ہے کہ جب زبان اور اس کی مختلف شکلوں مثلاً

Scanned by CamScanner

مخصوص طبقے کی بولی یا بول چال کی گھریلو زبان یا کسی فرد کی زبان کا لسانیاتی مطالعہ ممکن ہے تو پھر ادبی زبان کا مطالعہ کیوں ممکن نہیں۔ ادب کی زبان بھی تو عام بول چال کی زبان ہوتی ہے جس میں ادیب یا شاعر اپنے پرواز تخیل اور اسلوب کی رنگا رنگی سے ایک نئی روح پھونک دیتا ہے اور ایک نیا حسن بخشتا ہے۔ گو یہ حقیقت ہے کہ ادبی زبان اور خاص طور پر شاعری کی زبان کی بناوٹ کسی قدر مختلف ہوتی ہے کیونکہ اس میں شاعر یا ادیب کے ذاتی خیالات و محسوسات کا رنگ بھی شامل ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس میں قوس و قزح جیسی رنگینی نظر آتی ہے جس سے عام بول چال کی زبان عاری ہوتی ہے۔

فرد ہمیشہ سے ہی تغیر پسند واقع ہوا ہے۔ طبعی، نفسی اور معاشرتی دائروں کی طرح وہ اپنے ذہنی، جذباتی اور تخیلاتی دائروں کی یکسانیت میں بھی تبدیلیوں کا خواہاں ہوتا ہے بلکہ اول الذکر دائروں کی بہ نسبت وہ موخر الذکر دائروں میں کچھ زیادہ ہی آزاد ہوتا ہے کیونکہ یہاں فکر و تخیل کی جولانیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ ان میں یکسانیت اور بے لچک روایات کی پابندی قبول نہیں کرتا اور ساری تبدیلیوں اور جدتوں کے پس منظر میں فرد کے اپنے عصری تقاضے نقل و تقلید کے رجحان اور خود نمائی کے جذبات کی کارفرمائیاں ہوتی ہیں۔ دیگر فنون کے مقابلے میں فن شعر و ادب کا میدان تجربات و اختراع کے لیے وسیع تر ہے کیونکہ نئے طرز و اسالیب کی اختراعات کا انحصار فن کے وسیلہ اظہار پر ہے۔ فن کا وسیلۂ اظہار اگر مجرد اور غیر محسوساتی ہو تو اختراعات کا دائرہ محدود ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فن تعمیر، سنگ تراشی یا مجسمہ سازی میں وہ رنگا رنگی نظر نہیں آتی جو موسیقی یا شعر و ادب میں نظر آتی ہے۔ ہر ادبی تخلیق کا بنیادی عنصر اظہار (Expression) ہوتا ہے جو الفاظ اور ادبی ہیئت کے وسیلے سے اپنا وجود پاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

اظہار کا تجربہ فن پارے کی زبان میں نظر آتا ہے۔ تخلیق کی یہ زبان عام زبان سے مختلف ہوتی ہے۔ تجربہ جب اپنی شناخت کروانے پر آمادہ ہوتا ہے تو وہ اپنی مخصوص لازمی اور فطری لسانی صورت میں ڈھل جاتا ہے۔ یہی لسانی صورت تجربے کی اصلیت بھی ہے اور اس کی شناخت بھی۔ شاعر اور ادیب کا لسانی شعور جادوئی انگیختگی سے تجربے کی علامتی اظہاریت کے نامعلوم امکانات پر حاوی ہو جاتا ہے اور تخلیق جنم لیتی ہے۔ اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہر ادبی تخلیق ایک لسانی تنظیم ہے جس میں ہر اکائی کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ لہٰذا شاعر و ادیب کی زبان کا مطالعہ اور تجزیہ صرف ادبی تنقید کے اصولوں میں نہیں سمیٹا جا سکتا۔ بلکہ اس کے لیے لسانیاتی اصولوں کو بھی مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس اندازِ فکر کے زیرِ اثر لسانیات کی ایک نئی شاخ ''اسلوبیات'' یا ''اسلوبیاتی تنقید'' کی ابتدا ہوئی جو زبان کے سماجی اور لسانیاتی پہلوؤں کو نظر انداز کیے بغیر زبان کا مطالعہ کرتی ہے۔ ادبی تنقید اور لسانیات اگرچہ ذہنِ انسانی کی دو مختلف تحریکیں ہیں لیکن اس کے باوجود ان دونوں کے درمیان خطِ فاصل نہیں کھینچا جا سکتا۔ ان دونوں کی ہم آہنگی ہی تنقید کا معیار ہے۔ اسلوبیاتی تنقید ہماری تنقید کا نظریہ بھی ہے اور عمل بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلوبیاتی تنقید کی بنیاد اس نظریے پر رکھی گئی کہ ادبی تخلیق زبان کے دائروں میں بندھی ایک ایسی اکائی ہے جس میں اسلوبیاتی رنگارنگی نظر آتی ہے۔

لسانی اسلوبیات اور اسلوبیاتی تنقید:

ایک عام خیال یہ ہے کہ اسلوبیاتی تنقید ادبی تخلیق کے صوتی تجزیے کا نام ہے یا پھر اس کے ذریعہ ہم فن پارے میں مستعمل 'اسم' ''فعل' یا 'صفت' کی درجہ بندی

کر دیتے ہیں یا پھر صرف چند لسانیاتی اصولوں کی بنیاد پر فن پارے کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اسلوبیاتی تنقید کی تمام تر توجہ تخلیق کی اسلوبی ہیئت الفاظ، محاوروں، بحر، تشبیہات، استعارات، علامتوں، پیکروں، ابہام یا تضاد وغیرہ پر رہتی ہے۔ اس تنقید میں صرف تشریح اور تجزیے پر زور دیا جاتے ہے۔ اور ادب کی جمالیاتی قدروں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلوبیاتی تنقید نہ صرف لسانیاتی اصولوں کو بروئے کار لاتی ہے بلکہ جمالیاتی قدروں کو بھی اپنا بنیاد بناتی ہے۔ وہ لسانیاتی تنقید جو صرف لسانیات کو اپنا نقطۂ فکر بناتی ہے وہ لسانیاتی اسلوبیات Linguistic Stylistics ہے لیکن جس اسلوبیاتی تنقید میں لسانیاتی اصولوں اور جمالیاتی قدروں کی خوبصورت آمیزش نظر آتی ہے وہ اسلوبیاتی تنقید ہے۔ لسانیاتی اصولوں اور جمالیاتی قدروں کی اس آمیزش کی وجہ سے اسلوبیاتی تنقید کے ذریعے فن پارے کی لسانی اور جمالیاتی خصوصیات کا بیک وقت مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

اسلوبیاتی تنقید اور جمالیات:

ایک طویل عرصے سے جمالیاتی اقدار کو ادبی تجزیے کی بنیاد سمجھا جاتا رہا ہے۔ مشرق و مغرب میں ایسے کئی نقاد ہوئے ہیں جنھوں نے ادب کو محض جمالیاتی بیان کا ذریعہ خیال کیا ہے۔ بعد ازاں دوسرے مفکرین ہیگل (HEGEL) کانٹ (Kant) کروچے (Croche) اور سوزن لنگر (Susan Langer) نے بھی ادب کا ان ہی بنیادوں پر تجزیہ کیا ہے اور اس کا محرک بتایا ہے۔ جمالیاتی قدر سے مراد کسی شے کے محاسن کا اندازہ ہے جو جمالیاتی حسن اور جمالیاتی ذوق کا نتیجہ ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

جمالیاتی قدر موضوعی ہوتی ہے۔ موضوعی جمالیاتی حسن شخصی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک شخص کی جمالیاتی خوبیاں دوسرے شخص کی جمالیاتی خوبیوں سے مختلف ہو سکتی ہیں۔ کسی معروضی حسن کی جمالیاتی قدروں کا تعین کرتے وقت اصولاً اس کی افادی قدروں سے صرف نظر کرنا چاہئے ایسا کرنا یقیناً دشوار ہے۔ کیونکہ کسی حسین چیز کی جمالیاتی اور افادی قدریں اس طرح مخلوط و ممزوج ہوتی ہیں کہ تجزیے کے وقت دونوں کا الگ الگ تجزیہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ جمالیاتی قدریں حسن کے اعتبار سے مابعد الطبیعی اور معروض حسن کے لحاظ سے طبعی ہوتی ہیں۔ جمالیاتی قدروں کا شعور انسانی زندگی میں بے حد اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس کی مدد سے ہی انسان حسن عمل سیکھتا ہے۔ زندگی کی طرح حسن بھی حرکی اور ارتقائی ہے۔ انسان کی خوب سے خوب تر کی جستجو حسن کو حرکی اور ارتقائی بناتی ہے اگر حسن ارتقائی نہیں ہوتا تو خوب سے خوب تر کی جستجو نہ ہوتی۔ حسن کی نظر افروزی، جاذبیت اور دلکشی کا راز اس کی حرکت و ارتقا میں مضمر ہے۔ حسن اور زندگی دراصل ایک ہی ہیں۔ ہم کسی حسین چیز سے جمالیاتی حظ اسی وقت اٹھا پاتے ہیں جب ہم اس حسن کو ارادۂ ذوق کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اس جمالیاتی مشاہدے میں حسن نہیں ملتا اور اگر ملتا بھی ہے تو اتنا نہیں جتنا کہ ملنا چاہیے۔ کسی ادبی فن پارے سے محظوظ ہونے کے لیے جمالیاتی ذوق اتنا ہی اہم ہے جتنا آنکھوں کے لیے روشنی۔ حسن ذوق اور حسن ارداہ کے بغیر کسی فنی تخلیق سے محظوظ ہونا ممکن نہیں۔ جمالیاتی مشاہدے کی ایک قسم حسی مشاہدہ ہے۔ انسان کی حسی قوتیں پانچ ہوتی ہیں۔ لہٰذا حسی مشاہدے بھی پانچ طرح کے ہوتے ہیں لیکن ذائقہ، شامّہ اور لامسہ جیسی حسی قوتیں جمالیاتی مشاہدے میں زیادہ اہم رول انجام نہیں دیتیں اس لیے انھیں موضوع بحث نہیں بنایا جاتا۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سامعہ اور باصرہ حسی قوتیں

Scanned by CamScanner

جمالیاتی مشاہدے میں زیادہ اہم اور موثر کن رول انجام دیتی ہیں۔ سمعی مشاہدے کا تعلق ذوق سماعت اور حسن آواز سے ہوتا ہے حسن آواز میں جذبات میں تحریک پیدا کرنے کی بڑی قوت ہوتی ہے۔ اس سے سامع کے دل میں جمالیاتی جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ جمالیاتی حظ سے مراد جمالیاتی کیفیت کا امتزاج ہے۔ جمالیاتی حظ انسان کو جمالیاتی مشاہدے سے ملتا ہے اور اس کی بنیاد جمالیاتی کیفیت پر ہوتی ہے۔ ان جمالیاتی کیفیت کی کئی قسمیں ہو سکتی ہیں جن میں دو قسمیں اہم ہیں۔ ایک کی بنیاد نشاط و مسرت پر رکھی جاتی ہے جبکہ دوسرے کی بنیاد درد و رنج ہے جو المیہ کے مشاہدے سے حاصل ہوتا ہے۔ ادبی تخلیقات میں یوں تو کئی جمالیاتی کیفیت نظر آتی ہیں لیکن خاص طور پر اول الذکر دو جمالیاتی کیفیات نمایاں نظر آتی ہیں۔ اگر ایک جانب لذت، طرب، نشاط، مسرت، سرور، کیف، وجد، حال، مستی کی تصویر نظر آتی ہے تو دوسری جانب، درد، غم، رنج والم کی تصویر ابھاری جاتی ہے۔ جمالیاتی کیفیت کا یہی فرق طربیہ اور المیہ ادب کی بنیاد بنتا ہے۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل اشعار کو دیکھیے۔

قید حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

☆

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کر گھر یاد آیا

☆

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

Scanned by CamScanner

Scanned by CamSc

☆

غالب کے ان اشعار میں درد و غم کی وہ تصویر نظر آتی ہے جو الیے کے مشاہدے کی دین ہے۔ جبکہ غالب کے ہی بعض دوسرے اشعار میں نشاط و مسرت کی تصویر نمایا طور پر نظر آتی ہے۔

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

☆

ہوا جب غم سے یوں بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا
نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پہ دھرا ہوتا

☆

یہ کلیہ محض شعر و سخن تک محدود نہیں۔ فکشن کی مختلف اصناف مثلاً ناول اور افسانے وغیرہ کو بھی ان اقدار پر پرکھا جا سکتا ہے۔ ادب کے بیشتر قارئین خیال کرتے ہیں کہ جمالیاتی اقدار افسانے یا ناول یا نثری ادب میں نہیں ملتیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان اصناف کی بھی وہی بنیاد ہے جو شعر و سخن کی۔ جس طرح ایک شاعر مناظر قدرت سے متاثر ہوتا ہے اسی طرح یہ مناظر ایک افسانہ نگار یا ناول نگار کے شعور میں بھی تخلیقی دنیا آباد کرتے ہیں وہ الفاظ کے ذریعہ اپنے جذبات واحسات کے بحر بے کنار کا اظہار کرتا ہے۔ قرۃ العین حیدر، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، قاضی عبدالستار، سید محمد اشرف، غضنفر۔ نسترن احسن فتیحی، حسین الحق، اور طارق چھتاری کی تحریروں میں بہت سی ایسی مثالیں مل جاتی ہیں جہاں جمالیاتی اقدار کی بھرپور کارفرمائیاں نظر آتی ہیں۔

Scanned by CamScanner

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ادب وفن کے نقد ونظر کا معیار بھی حسن ہے۔ اس لحاظ سے ادبی یا فنی شاہکار وہ ہے جو حسن میں درجہ کمال تک پہنچا ہو۔ لیکن اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ حسن دراصل ہے کیا؟ اس سلسلے میں ہیگل اظہار خیال کرتا ہے کہ حسن کا مطلب ہم آہنگی، توازن اعتدال اور نظم و ترتیب ہے۔ ہیگل حسن کے لیے لامتناہیت اور آزادی کو بھی ضروری قرار دیتا ہے۔ جس حد تک شے میں لامتناہیت اور آزادی کا اظہار ہوتا ہے وہ اس حد تک حسین ہے۔ ہیگل فطرت سے اوپر اٹھنے کی بات کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان کو خود حسن کی تخلیق کرنی چاہیے۔ انسان حسن کی تخلیق آرٹ یا فن میں کرتا ہے اور وہ آرٹ کو ہی حسین مانتا ہے۔

اسلوبیاتی تنقید ہیگل کے اس نظریے کو نظرانداز نہیں کرتی ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بعض جگہ اسلوبیاتی تنقید ہیگل کے نقطۂ نظر کے بہت قریب ہے جو ہیگل حسن کو مکمل نظام وساخت اور ترتیب و آہنگی قرار دیتا ہے اس لیے حسین وہی ہے جو بہت زیادہ خوش ترتیبی وخوش نظمی رکھتا ہو۔ اسلوبیاتی تنقید بھی ادبی تخلیق میں خوش ترتیبی وخوش نظمی کو ادب کا معیار تسلیم کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ ادب یا ادبی تخلیق کی زبان صرف حوالہ جاتی (Referential) نہیں ہوتی بلکہ تخلیق کی فضا کو ابھارنے کے لیے ایک متاثر کن جمالیاتی کردار ادا کرتی ہے۔ اس طرح ادبی زبان تخلیق کی دنیا اور حقیقی دنیا کے درمیان ایک کڑی بن جاتی ہے۔ اسلوبیاتی تنقید میں جمالیاتی اصولوں کی اہمیت کو بہ آسانی سمجھنے کے لیے اس تصویر کی مدد لی جاسکتی ہے۔

Scanned by CamScanner

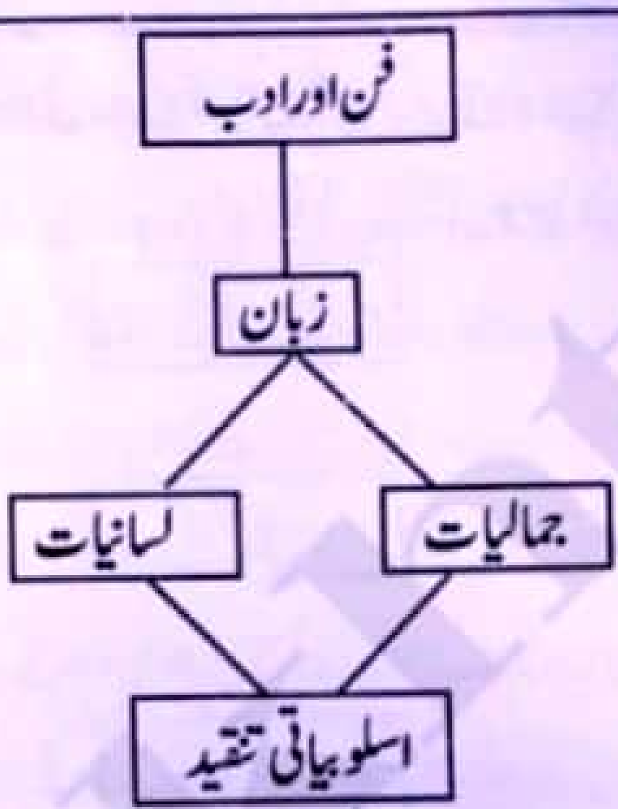

اس تصویر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلوبیاتی تنقید اگر ایک جانب فن اور ادب کی جمالیاتی قدروں سے بحث کرتی ہے تو دوسری جانب ادب یا ادبی زبان کے لسانیاتی پہلوؤں پر بھی نظر رکھتی ہے۔ جمالیاتی اصولوں کے مطابق فن یا ادب تجربے کا مادی اظہار ہے۔ فن تعمیر میں سنگ و خشت کے ذریعہ تجربے کا اظہار ہوتا ہے۔ مصوری میں رنگ و روغن کے ذریعہ، موسیقی میں آواز اور ادب میں الفاظ کے ذریعے تجربے کا اظہار ممکن ہے۔ لہٰذا ادب کے مطالعے میں اگر ایک جانب جمالیاتی قدروں کی بحث ضروری ہے تو دوسری جانب نظریاتی اصولوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ تجربے کا اظہار لسانی ڈھانچے میں ہی ڈھل پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلوبیاتی تنقید نے جمالیاتی قدروں اور لسانی اصولوں کی آمیزش کو ہی اپنا انداز فکر بنایا ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ادبی زبان انتقال خیال یا فکری ترسیل Transference Thought کا نام ہے جس کے ایک طرف ادیب ہوتا ہے تو دوسری طرف سامع یا قاری۔ ادیب اپنے خیالات کو زبان کے ذریعہ قاری یا سامع تک پہنچانا چاہتا ہے اس طرح ادبی زبان انتقال خیال کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ لیکن یہ زبان عام زبان کے

Scanned by CamScanner

مقابلہ میں مختلف اور تہہ دار ہوتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ ہی ادیب اپنی ذات، قاری، تخلیقی دنیا اور حقیقی دنیا کے درمیان ایک رشتہ قائم کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

حقیقی دنیا

تخلیق

ادیب

قاری

زبان

تجربہ

اس نقش کے ذریعے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ادبی زبان، ادیب، تجربہ اور قاری یا سامع کے درمیان ایک کڑی بن جاتی ہے۔ حقیقی دنیا اور تخلیقی دنیا کے درمیان ادیب اور قاری کا آپسی رشتہ بحث کا موضوع رہا ہے۔ اس رشتے میں تخلیقی زبان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تجربہ، ادیب اور قاری کے اس آپسی رشتے کو ذہن میں رکھ کر ہی ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ نے شاعری کی تین آوازوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایلیٹ کہتا ہے کہ شاعری کی پہلی آواز وہ ہے جس میں شاعر خود سے بات کرتا ہے۔ دوسری آواز اس شاعر کی ہے جو سامعین یا قاری سے مخاطب ہوتا ہے خواہ

Scanned by CamScanner

قارئین تعداد میں زیادہ ہوں یا کم۔ تیسری آواز اس شاعر کی ہے جو اپنی تخلیق میں ڈرامائی کردار تخلیق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے میں جب وہ باتیں کرتا ہے تو یہ باتیں وہ نہیں ہوتیں جو وہ خود سے مخاطب ہوتے وقت کرتا ہے۔ بلکہ صرف وہ کہتا ہے جو ایک خیالی کردار دوسرے خیالی کردار سے مخاطب ہوتے ہوئے کہہ سکتا ہے۔ پہلی آواز اور دوسری آواز کا فرق یعنی اس شاعر کے درمیان جو خود سے باتیں کرتا ہے اور وہ شاعر جو سامعین سے مخاطب ہوتا ہے ہمیں شعری ابلاغ کے مسئلے کی طرف لے جاتا ہے۔ ایسے شاعروں کے درمیان جو دوسروں سے مخاطب ہوتا ہے خواہ اپنی آواز میں یا پھر اختیار کی ہوئی آواز میں اور ان شاعروں کے درمیان جو ایسی گفتگو ایجاد کرتے ہیں جس میں خیالی کردار ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہیں جو فرق ہے وہ ہمیں ڈرامائی، نیم ڈرامائی اور غیر ڈرامائی شاعری کے فرق کی طرف لے جاتے ہیں۔ لیکن اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا شاعری کی ان تین آوازوں کو ادب کی دوسری اصناف مثلاً ناول، افسانہ میں بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ ایک دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا ایک ہی صنف میں یہ تینوں آوازیں نہیں ملتیں؟ خود ایلیٹ کے ذہن میں بھی یہ سوال ابھرتے ہیں اور اسی لیے وہ کہتا ہے کہ مجھے شبہ ہے کہ کسی نظم میں ایک ہی آواز سنائی دیتی ہے اور دوسری آوازیں نہیں سنائی دیتیں۔ میرے خیال میں ہر نظم میں خواہ وہ ذاتی تاثر کی نظم ہو یا رزمیہ (Epic) اور ڈرامہ ہو ایک سے زیادہ آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اگر شاعر نے کبھی خود سے خطاب نہیں کیا تو ایسے میں شاندار خطابت پیدا ہو جائے تو ہو جائے شاعری پیدا نہ ہو سکے گی۔ عظیم شاعری سے لطف اندوز ہونے میں ایک حصہ تو اس لطف کا ہے جو ہم ان لفظوں کو چلتے چلاتے سنتے ہوئے حاصل کرتے ہیں جو ہم سے خطاب کر کے نہیں لکھے گئے ہیں لیکن اگر نظم صرف شاعر کی ذات سے مخصوص ہو کر رہ

Scanned by CamScanner

Scanned by CamSc

جائے تو یہ نظم ایک اجنبی اور ذاتی زبان کی حامل ہوگی اور ایک نظم جو شاعر نے صرف اپنے لیے لکھی ہو سرے سے نظم نہیں ہوتی۔ (ٹی ایس ایلیٹ کے مضامین۔ جمیل جالبی)

ایلیٹ کے اس بیان اور ادیب، موضوع اور قاری کے آپسی رشتے کو مد نظر رکھ کر اگر ہم تخلیق کی زبان کا تجزیہ کریں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ ادب کی زبان کبھی Connotative ہوتی ہے تو کبھی Expressive ہوتی ہے، تو کبھی حوالہ جاتی (Referential) یا جمالیاتی (Aesthetic)۔ جیکب سن نے اپنی تحقیق میں ترسیلی عمل (Act of Communicaton) کے مندرجہ ذیل اساسی دائرہ کار (Basic Functions) کی نشاندہی کی ہے:

۱- اطلاعی (Informative)،

۲- جذباتی /محسوساتی (Emotive)،

۳- شعری (Poetic)،

۴- ہدایتی (Directive)،

۵- لسانی (Metalingual)، اور

۶- ارتباطی (Phatic)،

جیکب سن کا خیال ہے کہ ترسیلی عمل کے دوران کئی فنکشنز برسر کار رہتے ہیں؛ ان میں سے کوئی ایک دایرہ کار نمایاں رول ادا کرتا ہے جس سے ترسیل خیال کا پورے طور پر کام لیا جاتا ہے۔ ادب جو ایک فنی و تخلیقی اظہار ہے؛ اس کی حیثیت جمالیاتی ترسیل (Aesthetic Communication) کی ہے جو ادبی ترسیل ہی کا دوسرا نام ہے۔ اس ترسیلی عمل کے دوران جذباتی (محسوساتی) اور شعری فنکشنز غالب رہتے ہیں جہاں زبان کا جمالیاتی و تخلیقی استعمال آسمان کی بلندیوں کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے۔

Scanned by CamScanner